ڈاکٹر اسرار احمد کا تصور دین و سیاست (تجزیاتی مطالعہ)

Dr.Israr Ahmad's idea of religion and politics: an analytical study

ڈاکٹر غلام حیدر[i] فیصل محمود[ii]

Abstract

Islam is the only Deen(way of life)of the world which provides complete guidance in all walks of life .Unfortunately,the real meaning of Deen (way of life) is not properly understood .Resultantly,majority of the Muslims consider Islam as religion(mazhab) like Hinduism,Christianity and Budhism etc which stress upon certain worships.

People do not feel important to get Islamic guidance about political, social and economic spheres of life.This article explains the reality of Deen with reference to revealed knowledge.

Political views of Dr.Israr Ahmad are analysed on the basis of his writings. Role of women in society and rights of non-Muslims are also brought under discussion.

Key Words: *Holy Qur'an, Religion ,Deen, Political guidance,Social guidance.*

برصغیر پاک و ہند میں جن لوگوں نے اپنی زندگیاں خدمت قرآن کے لئے وقف کیں ان میں بلاشبہ ڈاکٹر اسرار احمد[1] (۱۴۳۲ھ/۲۰۱۰ء) کا نام شامل ہے۔لوگوں کا قرآن مجید کے ساتھ تعلق جوڑنے میں انہوں نے انتھک کوشش کی اور دروس قرآن کے ذریعے تعلیم و تعلم قرآن کا ذوق پیدا کیا۔ نماز تراویح کے دوران دورہ ترجمہ قرآن کو رواج دینا ایک قابل ستائش کام ہے جس کا آغاز انہوں نے ۱۹۸۴ء میں لاہور سے کیا[2]۔اس بات کی ضرورت ہے کہ عوام الناس کو بالعموم اور نوجوان

---

i لیکچرار شعبہ اسلامیات، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

ii ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

نسل کو بالخصوص ان کے نظریات سے واقفیت بہم پہنچائی جائے۔اس مقالے کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے میں قرآن وسنت پر مبنی معتدل سوچ کو پروان چڑھایا جائے۔معاشرے سے عدم برداشت اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے یہ ضروری ہے کہ قرآن مجید کے حقیقی پیغام کو عام کیا جائے۔امید واثق ہے کہ یہ مقالہ اس ضرورت کو پورا کرے گا۔ڈاکٹر اسرار احمد کے تمام نظریات کا تجزیہ کرنے کی بجائے اس مقالے میں ان کے تصور دین نیز سیاسی نظریات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

تصور دین

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں دین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ابن منظور افریقی کے مطابق اس کے لغوی معنی ہیں:

الدِّین: الجزاء والمکافأۃوالدِّین: العادۃ والشان [3]

"بدلہ، تلافی، عادت اور حالت، دین کے لغوی معنی ہیں۔"

قرآنی زبان میں لفظ دین ایک پورے نظام کی نمائندگی کرتا ہے جس کی ترکیب چار اجزا سے ہوتی ہے۔

(۱)حاکمیت واقتدار اعلیٰ (۲)حاکمیت کے مقابلہ میں تسلیم واطاعت

(۳)وہ نظام فکر وعمل جو اس حاکمیت کے زیر اثر بنے

(۴)مکافات جو اقتدار اعلیٰ کی طرف سے اس نظام کی وفاداری و اطاعت کے صلے میں یا سرکشی و بغاوت کی پاداش میں دی جائے۔

قرآن کبھی لفظ دین کا اطلاق معنی اول ودوم پر کرتا ہے، کبھی معنی سوم پر، کبھی معنی چہارم پر اور کہیں الدین بول کر یہ پورا نظام اپنے چاروں اجزا سمیت مراد لیتا ہے[4]۔

ڈاکٹر اسرار احمد لفظ دین کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ایک پورا نظام زندگی اور مکمل ضابطہ حیات جس میں ایک ہستی یا ادارے کو مطاع، مقنن (Law Giver)اور حاکم مطلق(Sovereign) مان کر اس کی جزا کی امید اور سزا کے خوف سے اس کے عطا کردہ قانون اور ضابطے کے مطابق اس ہستی (یا ادارے) کی کامل اطاعت کرتے ہوئے زندگی بسر کی جائے[5]۔"

دین کے مندرجہ بالا مفہوم کی بنیاد پر ڈاکٹر اسرار احمد کا نظریہ یہ تھا کہ اسلام کی مختلف عبادات دین کا جزو ہیں، کل دین نہیں ہیں۔ان کے خیال میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت کے لئے تیار کرتی ہیں۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

"یہ تمام عبادات انسان کو اصل عبادت کے لئے، جو اس کی غایتِ تخلیق ہے، ہمہ وقت تیار کرتی رہتی ہیں، اگر یہ حقیقت بنیادی طور پر سمجھ میں آجائے تو پھر انشاءاللہ دین کا پورا نقشہ واضح ہو جائے گا[6]۔"

مولانا امین احسن اصلاحیؒ تصور دین کے بارے میں ایک واضح موقف رکھتے تھے۔تدبر قرآن میں سورۃ فاتحہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دین کا لفظ قرآن مجید میں کئی معنوں کے لئے استعمال ہوا ہے:

1. **مذہب وشریعت کے معنی کے لئے مثلاً** اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ[7]

"کیا خدا کے اتارے ہوئے مذہب کے سوا وہ کسی اور مذہب کے طالب ہیں۔"

2. **قانون ملکی کے لئے مثلاً** مَاکَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِکِ[8]

"اس کو بادشاہ کے قانون کی رو سے یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ اپنے بھائی کو روک سکے۔"

3. **اطاعت کے معنی کے لئے مثلاً** وَلَه مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا[9]

"اسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اسی کی اطاعت ہمیشہ لازم ہے۔"

4. **جزا کے معنی کے لیے مثلاً** اِنَّمَا تُوْ عَدُوْنَ لَصَادِق وَّ اِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِع[10]

"جس چیز کی تمہیں دھمکی سنائی جارہی ہے وہ سچ ہے اور جزا و سزا واقع ہو کر رہے گی۔"

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً[11]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔"

ڈاکٹر اسرار احمد مندرجہ بالا آیت کی تشریح میں کہتے ہیں:

"مسلمانوں سے کہا جارہا ہے کہ اللہ کی اطاعت میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ تحفظات (Reserviotions) اور استثناءات (Exceptions) کے ساتھ نہیں۔یہ طرز عمل نہ ہو کہ اللہ کی بندگی تو کرنی ہے، مگر فلاں معاملے میں نہیں۔اللہ کا حکم

تو ماننا ہے لیکن یہ حکم میں نہیں مان سکتا۔اللہ کے احکام میں سے کسی ایک کی نفی سے کل نفی ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ جزوی اطاعت قبول نہیں کرتا[12]۔"

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"اسلام کی اصل حقیقت اللہ ورسول کی اطاعت ہی ہے۔جن لوگوں کی وفاداریاں تقسیم ہوں، مولانا کے نزدیک ایسے لوگ منافقین کے زمرے میں آتے ہیں[13]۔"

جہاں تک اسلام کے ایک مکمل نظام زندگی ہونے کا تعلق ہے، ڈاکٹر اسرار احمد اور مولانا امین احسن اصلاحی کے نظریات میں ہم آہنگی ہے۔اور دونوں اسلام کو محض چند عبادات کا مجموعہ نہیں سمجھتے۔

سیاسی نظریات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سیاسی نظام کے بارے میں رہنمائی فراہم کی ہے۔کائنات کی تخلیق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَالَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرضَ بِالْحَقِّ [14]

"اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔"

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْىءٍ وَّهُوَالْوَاحِدُ الْقَهَّارُ[15]

"کہو، اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی یکتا ہے سب کو مغلوب کر کے رہنے والا۔"

کائنات کے مندرجہ بالا تصور کی بنیاد پر قرآن مجید میں یہ بتایا گیا ہے کہ حقیقی حاکمیت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلاَّ لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلاَّ اِيَّاهُ ذَالِکَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْ نَ[16]

"حکم اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے، اس کا فرمان ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، یہی صحیح دین ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں"۔

ڈاکٹر اسرار احمد اسلام کے سیاسی نظام کے بہت بڑے داعی تھے، انہوں نے اسلامی جمعیت طلبہ [17]اور جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔بعد میں انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی تشکیل

دی۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد میں صرف کی۔ اپنی کتاب منہج انقلاب نبوی میں ڈاکٹر اسرار احمد نے اسلامی حکومت کے قیام کے لئے درج ذیل چھ مراحل بیان کیے ہیں:

1. انقلابی نظریہ اور اس کی اشاعت

انقلابی عمل کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ کوئی انقلابی نظریہ، کوئی انقلابی فکر، کوئی انقلابی فلسفہ موجود ہو جس کی خوب نشرواشاعت کی جائے۔ ظاہر بات ہے کہ انقلاب کسی انقلابی نظریہ کی بنیاد پر آتا ہے[18]۔

اپنے نظریات کی اشاعت کے لئے ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد کا منبر استعمال کیا۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے بھی لوگوں تک اپنی بات پہنچائی نیز وسیع پیمانے پر دروس قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

2. انقلابی جماعت کی تشکیل و تنظیم

انقلابی عمل کا دوسرا مرحلہ یہ ہوگا کہ جو لوگ اس انقلابی نظریہ کو ذہناً قبول کرلیں ان کو منظم کیا جائے۔ اس طرح کہ ایک انقلابی جماعت وجود میں آئے[19]۔ ۱۹۷۵ء میں اس مقصد کے لئے تنظیم اسلامی قائم کی گئی تاکہ دروس قرآن، خطبات جمعہ اور دیگر ذرائع سے جو لوگ متاثر ہوں انہیں ایک نظم میں پرو دیا جائے۔

3. ٹریننگ اور تربیت

انقلابی عمل میں تیسرا مرحلہ ٹریننگ یعنی تربیت کا ہے جو ہر انقلابی عمل کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر انقلابی کارکنوں کی تربیت نہ ہو تو وہ خام ہیں کچے ہیں[20]۔ تربیت کے لئے صرف نظریاتی پہلو کو مدنظر رکھا گیا ہے اور اس مقصد کے لئے دروس قرآن کا سہارا لیا گیا ہے۔ اگر روحانی و اخلاقی اعتبار سے تنظیم اسلامی کے نظام تربیت کا جائزہ لیا جائے تو زیادہ تسلی بخش صورت سامنے نہیں آتی۔

4. تشدد و تعذیب کے جواب میں صبر محض

چوتھے مرحلے کو ڈاکٹر اسرار احمد صبر محض (Passive Resistance) کا نام دیتے

ہیں۔ان کے خیال میں صبر محض کا مطلب یہ ہے کہ انقلابی تحریک کے کارکن اپنے موقف پر ڈٹے رہیں، پیچھے نہ ہٹیں، لیکن تشدد و تعذیب کے جواب میں کسی قسم کی جوابی کاروائی نہ کریں۔ڈاکٹر اسرار احمد سمجھتے تھے کہ اس کے نتیجے میں عوام کے اندر ہمدردی کے جذبات پیدا ہوں گے اور دعوت کے عمل میں تیزی آئے گی[21]۔

تبصرہ

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سیاسی حکمت عملی مکی دور کے تجربے سے لی گئی ہے۔

5. اقدام اور چیلنج

اس مرحلے کی وضاحت یوں کی گئی ہے :

> "اس کے بعد جب طاقت اتنی فراہم ہو جائے کہ وہ انقلابی جماعت یہ محسوس کرے کہ اب ہم کھلم کھلا اور برملا اس غلط نظام کو چیلنج کر سکتے ہیں اور اس نظام کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو اس مرحلہ پر یہ صبر محض (Passive Resistance) اپنے اگلے مرحلے یعنی اقدام (Active Resistance) میں داخل ہو جاتا ہے۔اب حکمت عملی تبدیل ہو گی یعنی یہ کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دو[22]۔"

6. مسلح تصادم

مذکورہ حکمت عملی کا مقصد یہ ہے کہ اب شر پھیلانے والوں کو کھلی چھٹی نہ دی جائے کہ وہ خود تو سرکشی کی زندگی گزارتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ شریف لوگوں پر ان کی زندگی اجیرن کر دیں۔

بانی تنظیم اسلامی اس مرحلے کے بارے میں کہتے ہیں :

> "یہ ہے وہ آخری مرحلہ (Final Phase) جس کے اندر جسمانی ٹکراؤ (Physical Collision) ہو کر رہتا ہے۔اسی کے لئے اصطلاح ہے مسلح تصادم یعنی Armed Conflict[23]۔"

اس مرحلے کی مزید وضاحت ڈاکٹر اسرار احمد یوں کرتے ہیں :

"ظاہر بات ہے کہ جب یہ چھٹا مرحلہ شروع ہو جائے تو اب فریقین کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا۔ اب تو تاریخ بتائے گی، حالات فیصلہ کریں گے اور دو میں سے ایک نتیجہ بہر حال نکلنا ہے اور وہ ہے تخت یا تختہ۔ تیسرا کوئی اور راستہ نہیں ہے[24]۔"

تبصرہ

ڈاکٹر اسرار احمد کی جماعت ان کے بتائے ہوئے طریق کار پر کوشاں ہے تاہم گہرا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تحریک ابھی تک ابتدائی تین مراحل ہی میں محوِ نظر ہے۔

حکومت کا نظام

ڈاکٹر اسرار احمد صدارتی نظام حکومت کے حق میں تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :

"خلافت راشدہ سے قریب تر اور عقلی اعتبار سے زیادہ معقول اور مسلم صدارتی نظام ہے، پارلیمانی نہیں ہے۔ خلافت راشدہ میں اختیارات کا ارتکاز خلیفہ کی ذات میں تھا۔ عہد حاضر میں امریکہ کا صدارتی نظام اس کے بہت قریب پہنچ گیا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ خلافت راشدہ میں خلیفہ کا انتخاب تاحیات ہوتا تھا جبکہ یہاں معاملہ ۴ یا ۵ سال کے لئے ہوتا ہے۔ امریکہ کے صدر کو منتخب ہونے کے بعد کانگریس کی ضرورت نہیں رہتی۔ امریکہ کے بارے میں یہ بات ہم مانتے ہیں کہ وہ دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے۔ اس حوالے سے بطور دلیل سمجھ لینا چاہیے کہ صدارتی نظام پارلیمانی نظام کی نسبت عمرانی ارتقاء کی بلند تر سطح پر ہے[25]۔"

صدارتی نظام کی افادیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اصولی طور پر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جدید ریاست کے جو تین گوشے عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ مقرر کیے گئے ہیں، صدارتی نظام میں بالکل علیحدہ ہوتے ہیں۔ انتظامیہ کا سربراہ صدر منتخب ہونے کے بعد مقننہ (کانگریس) کا دست نگر نہیں ہوتا، امریکہ میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ کانگریس میں اکثریت ڈیموکریٹس کی ہے مگر صدر ری پبلکن پارٹی سے تعلق رکھتا ہے، مگر اس کے باوجود وہ بڑے اطمینان اور یکسوئی سے انتظامی امور سرانجام دیتا رہتا ہے۔ جبکہ قانون سازی کانگریس کا کام ہے جو کسی خارجی دباؤ کے بغیر اپنا کام کرتی رہتی ہے، لہذا

کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی۔ عدلیہ پوری آزادی کے ساتھ آئین و قانون کی حفاظت کی ذمہ داری نبھاتی ہے[26]۔"

پارلیمانی نظام پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"پارلیمانی نظام میں مقننہ اور انتظامیہ گڈمڈ ہوتے ہیں۔ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے کہ کسی وقت بھی چند مینڈک پھدک سکتے ہیں یا چند گھوڑے بک سکتے ہیں اور بے چارے وزیراعظم کا وقت انہی گھوڑوں کی رکھوالی میں صرف ہو جاتا ہے[27]۔"

اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

"واقعہ یہ ہے کہ اگر معروضی طور پر غور کیا جائے تو پاکستان اور بھارت، دونوں کے حالات سے صدارتی نظام زیادہ مطابقت رکھتا ہے[28]۔"

تبصرہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت کا مزاج صدارتی نظام کے قریب ہے لیکن قرآن و حدیث نے اس حوالے سے کوئی لگی بندھی ہدایت نہیں دی۔ حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی سا بھی نظام حکومت اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی ریاست میں مقننہ کا کردار

مذہبی مزاج کے حامل اکثر لوگوں کے ذہنوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ اگر اسلامی ریاست قائم ہو جائے تو چونکہ شریعت ساری کی ساری موجود ہے۔ لہذا کسی مقننہ کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ ڈاکٹر اسرار احمد اس سوچ کو رد کرتے ہیں اور عصر حاضر میں اجتہاد کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"جدید صنعتی و سائنسی ترقی سے بے شمار نئے مسائل جنم لے چکے ہیں، جن کے لئے قرآن و سنت کی روشنی میں قانون سازی کی ضرورت ہے۔ صرف زکوۃ ہی کے بارے میں بے شمار مسائل پیدا ہو چکے ہیں۔ کارخانوں پر زکوۃ کیسے لگے گی؟ ٹرکوں اور بسوں کا کیا حکم ہے؟ کروڑوں روپیہ کی مشینری کا کیا حکم ہوگا؟ خود حکومت کی آمدنی سے اخراجات کا Allocation یعنی مختلف مدات مثلاً تعلیم، صحت، دفاع، تعمیر و ترقی پر اخراجات کا تعین اور ان کے مابین تناسب، یہ سارے کام مقننہ کو کرنے ہیں، اس سلسلہ میں یہ بات

اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اگر ہم فی الواقع دور حاضر میں اسلامی قانون کا نفاذ چاہتے ہیں تو اجتہاد کا دروازہ کھولنا ہو گا جو ہم نے از خود کئی سو سال سے بند کر رکھا ہے[29]۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریروں کا جائزہ لینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پارلیمنٹ کے ذریعے اجتہاد کے قائل تھے[30]۔

تبصرہ

اجتماعی اجتہاد اور پارلیمنٹ کے حق اجتہاد پر کافی کچھ لکھا گیا ہے تاہم متقدمین علماء اسلام نے اجتہاد کی جو کڑی شرائط ذکر کیے ہیں۔ پارلیمنٹ کے عشر عشیر افراد کا بھی ان شرائط پر پورا ہونا ناممکن حد تک دشوار نظر آتا ہے۔

ریاست کے سربراہ کا تقرر

اس سلسلے میں ان کی رائے ہے اولی الامر کے تقرر کے لئے انتخابات کا طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے مگر الیکشن کے نظام کو اسلامی ریاست میں کچھ حدود قیود کا پابند کرنا ہو گا۔ تاہم روح عصر کا تقاضا ہے کہ انتخابات زیادہ سے زیادہ 'Broad Base' ہونا چاہییں۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں (شہریوں) کی رائے کا اس میں عمل دخل ہو[31]۔

ووٹر کے اوصاف

ڈاکٹر اسرار احمد کی ذاتی رائے تو یہ تھی کہ ووٹر کی عمر کم از کم ۴۰ سال ہونی چاہیے لیکن اس سلسلے میں وہ پارلیمنٹ سے قانون سازی کے حق میں تھے۔ اسی طرح ووٹر کے لئے تعلیم کی کم از کم حد کے بھی وہ قائل تھے[32]۔ ان کے نزدیک یہ امور مباحات کے دائرے میں آتے ہیں اور باہمی مشاورت سے طے کیے جا سکتے ہیں۔

الیکشن میں حصہ لینے والوں کی اہلیت

اسلامی ریاست میں جو لوگ الیکشن میں حصہ لینا چاہیں گے ان کے لئے یقیناً باریک چھلنیاں لگائی جائیں گی۔ انہیں کردار کا ثبوت دینا ہو گا۔ خصوصاً مالی معاملات کی صفائی پیش کرنی ہو گی۔ ان میں سے ہر ایک کو بتانا ہو گا کہ اس کے پاس کتنا مال ہے اور اس نے یہ کہاں سے کمایا ہے[33]؟

آئین پاکستان کی دفعات ۶۲ اور ۶۳ میں اسی معاملے کو زیر غور لایا گیا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ان دفعات پر عمل نہیں ہو رہا۔ آئین کے آرٹیکل ۶۲ میں یہ لکھا ہے کہ کسی آدمی کا پارلیمنٹ کا رکن بننے کے لیے ضروری ہے کہ:

He is of good character and is not commonly known as one who violates Islamic injunctions; He has adequate knowledge of Islamic teachings and practices obligatory duties prescribed by Islam as well as abstains from major sins[34].

"وہ اچھے کردار کا حامل ہو اور عام طور پر احکام اسلام سے انحراف میں مشہور نہ ہو۔ وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب ہو۔"

علامہ غلام رسول سعیدی پاکستان کے نظام انتخاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"پاکستان میں انتخاب کے موقع پر ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں اور زر کثیر خرچ کر کے اپنے لیے کنویسنگ کرتے ہیں اور مخالف امیدوار کی کردار کشی کرتے ہیں اور اس سلسلے میں غیبت، افترا اور تہمت کی تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے[35]۔"

خواتین کا کردار

اسلام کے سیاسی نظام میں جہاں تک خواتین کی شرکت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

"یہ امر تو قطعی طور پر طے ہو گا کہ کوئی عورت خلافت کے منصب پر فائز نہ ہو سکے گی۔ اس لئے کہ یہ اگرچہ حرام مطلق تو نہیں، لیکن مکروہ تحریمی کی حد تک ناپسندیدہ ضرور ہے۔ جہاں خلیفہ اور ارکان شوریٰ کی رکنیت کا معاملہ ہے، خواتین کو بھی رائے دہی کا حق حاصل ہو گا۔ البتہ مجلس شوریٰ کا معاملہ اس کے بین بین ہے کہ اگر ان کی مجلس شوریٰ میں

شرکت کی گنجائش رکھی گئی ہے، تب بھی ان کے لئے ستر وحجاب کے شرعی احکام کی پابندی لازم ہو گی[36]۔"

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

الرجال قوامون على النساء بمافضل الله بعضهم على بعض [37]

"مرد عورتوں پر قوام ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک فریق کو دوسرے فریق پر فضیلت دی ہے۔"

علامہ قرطبیؒ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ودلّت هذه الآ ية على تأديب الرجال نساء هم، فإذا حفِظن حقوق الرجال فلا ينبغي أُن يسِيء الرّجل عِشرتها، و"قوّام فعّال للمبالغة؛ من القيام على الشيء والا ستبداد بالنظر فيه و حفظه بالا جتهاد، فقيام الرّجال على النساء هو على هذا الحد، وهو أن يقوم بتدبيرها وتأديبها وامساكها في بيتها ومنعهامن البروز، وأن عليها طاعتَه وقبولَ أمره مالم تكن معصة؛ وتعليل ذلك بالفضيلة والنفقة والعقل والقوّةفى أمر الجهاد والميراث والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر[38]

"یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مرد اپنی عورتوں کو ادب سکھلائیں اور جب وہ خاوندوں کے حقوق کی حفاظت کریں تو خاوندوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ ان کے ساتھ رہنے سہنے کے معاملات میں خرابی پیدا کریں، اور قوّام فعّال کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے اور اس کا معنی کسی کسی چیز کی نگرانی کرنا اور ترجیہی بنیادوں پر اس کام میں غور وفکر کرنا اور پوری کوشش کے ساتھ اس کی حفاظت کرنا ہے۔ پس خاوندوں کا بیویوں پر نگران بننا اسی حد تک ہے کہ وہ بیویوں کے معاملات کی تدبیر کریں اور ان کی تادیب کریں اور انہیں گھروں میں روکے رکھیں اور)بلاضرورت) انہیں گھروں سے نکلنے سے منع کریں اور یہ کہ عورت پر ضروری ہے کہ وہ خاوند کی اطاعت کرے اور اس کے حکم کو قبول کرے جب تک وہ حکم معصیت کے درجے میں نہیں آتا۔ اور مرد کی فضیلت اور اس کے نفقہ خرچ کرنے اور عقل اور جہاد کے معاملے میں قوی ہونے اور وراثت کے معاملے میں زیادہ ہونے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کو اس کی (یعنی قوامیت کی) علت بتایا گیا ہے۔"

علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کی توضیح میں لکھتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا قوام یعنی نگران اور کفیل بنایا ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ ملک کا سربراہ اور حاکم ملک کے مردوں اور عورتوں سمیت تمام عوام کا قوام یعنی نگران اور کفیل ہوتا ہے پس اگر عورت کو ملک کا سربراہ اور حاکم بنادیا جائے تو وہ عورت ملک کے تمام مردوں کی نگران اور کفیل ہوگی اور یہ چیز صراحۃ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اسی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں سے افضل قرار دیا ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ حاکم محکوم سے منصب حکومت کے اعتبار سے افضل ہوتا ہے، سو اگر عورت کو ملک کا سربراہ اور حاکم بنادیا جائے تو اسے اپنے شوہر سمیت سب مردوں پر افضیلت حاصل ہو گی۔ اور یہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے، لہذا اگر عورت کو ملک کا سربراہ بنایا جائے خواہ ریاست کی سربراہ بنایا جائے خواہ ریاست کی سربراہ ہو یا انتظامیہ کی تو ان دووجہوں سے قرآن مجید کی مخالفت لازم آئے گی[39]۔"

حضور اکرم ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں چند اصولی باتیں ارشاد فرمائیں ہیں جن سے ڈاکٹر اسرار احمد کے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ اسلام میں عورت کو سربراہ بنانا جائز نہیں ہے۔ امام ترمذیؒ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله إذا كانت امراء كم خياركم وأغنياء كم سمحاؤكم، و أموركم شورى بينكم فظهر الأرض خيرلكم من بطنها، وإذا كانت أمراء كم شرار كم، وأغنياء كم بخلاء كم، وأموركم إلى نساء كم، فبطن الأرض خير لكم من ظهرها[40]

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے حکام نیک ہوں، تمہارے اغنیاء سخی ہوں اور تمہاری حکومت باہمی مشورے سے ہو تو تمہارے لئے زمین کا اوپر کے حصہ اس کے نچلے حصہ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدکار ہوں اور تمہارے اغنیاء بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لئے زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔"

غیر مسلموں کے حقوق و فرائض

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں پر عائد بندشوں کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

> "پہلی بات یہ ہے کہ کوئی غیر مسلم خلیفہ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دوسری پابندی یہ ہو گی کہ عہد حاضر کے نظامِ خلافت میں مقننہ کا رکن کوئی غیر مسلم نہیں بن سکے گا اس لئے کہ نظام خلافت میں قانون سازی کا دار و مدار کتاب و سنت پر ہے اور جو شخص نہ کتاب اللہ کو مانے نہ سنت کو مانے وہ قانون سازی میں کیسے شریک ہو سکتا ہے۔ تیسری پابندی یہ ہو گی کہ ریاست کی پالیسی بنانے والے اہم اداروں کی رکنیت بھی غیر مسلم کو نہیں دی جائے گی۔ اس کی وجہ بھی صاف ظاہر ہے کہ جب کبھی نظام خلافت دنیا میں قائم ہو گا تو اس کی Top most priority یہ ہو گی کہ اس نظام کو پوری دنیا میں پھیلانا ہے۔ اب آپ خود سوچیے کہ کوئی غیر مسلم اس پالیسی کی تشکیل اور نفاذ میں معاون و مددگار کیسے بن سکتا ہے[41]۔"

جہاں تک غیر مسلموں کے حقوق کا تعلق ہے، اس سلسلے میں ڈاکٹر اسرار احمد کہتے ہیں:

1. نظام خلافت میں غیر مسلموں کی جان و مال عزت و ابرو اتنی ہی محفوظ ہو گی جتنی کسی مسلمان کی ہوتی ہے۔
2. دوسرا حق یہ ہو گا کہ ان کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔
3. تیسری بات یہ ہے کہ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت مساجد سے بڑھ کر کی جائے گی۔
4. چوتھی بات یہ ہے کہ نظام خلافت میں غیر مسلموں کو اپنے Personal Law پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہو گی۔ چنانچہ شادی بیاہ، نکاح و طلاق اور وراثت کا نظام وہ اپنے مذہب کے مطابق طے کریں گے۔
5. پانچویں بات یہ ہے کہ ان کو یہ آزادی ہو گی کہ وہ اپنی آنے والی نسل کو اپنا مذہب جس طرح چاہیں پڑھائیں البتہ مسلمانوں میں تبلیغ کی ہر گز اجازت نہیں ہو گی۔

6. چھٹی بات یہ ہے کہ ان کو تجارت کرنے اور صنعت و حرفت میں حصہ لینے کی مکمل آزادی ہو گی نیز غیر مسلموں کو پورے مواقع حاصل ہوں گے کہ وہ اپنی اہلیت کی بنیاد پر سرکاری ملازمتیں حاصل کریں۔

غیر مسلموں کے حوالے سے ایک آخری اہم بات یہ ہے کہ صدارتی نظام میں اس بات کا امکان بھی ہے کہ مقننہ کا رکن نہ بن سکنے کے باوجود غیر مسلم کو کوئی وزارت بھی دے دی جائے[42]۔

خلاصہ بحث

ڈاکٹر اسرار احمد کے نظریات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس کا بر ملا اظہار کرتے تھے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں تھے۔ انہوں نے معاشرے میں انقلاب برپا کرنے کے لئے جو لائحہ عمل بیان کیا ہے، وہ ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد ہی سے ممکن ہے۔

ڈاکٹر صاحب اگرچہ ایک مخصوص نظریہ سیاست رکھتے تھے ایک طرف تو وہ تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے لوگوں کو انقلاب کی دعوت دیتے تھے جبکہ دوسری طرف اپنے رسائل ندائے خلافت، میثاق اور حکمت قرآن کے ذریعے حکومت اور سیاسی جماعتوں کو اصلاح کے مشورے بھی دیتے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف وہ مخصوص نظریہ سیاست رکھتے تھے لیکن دوسری طرف جاری نظام کی اصلاح کے لیے بھی فکر مند تھے۔

جہاں تک نظام حکومت کا تعلق ہے ان کے خیالات لائق توجہ ہیں اور دینی و سیاسی جماعتوں کے لئے Food for thought کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد اس بات کے سختی کے ساتھ قائل تھے کہ اسلام کو دنیا کے سامنے دین کی حیثیت سے پیش کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے اپنے خطابات اور تحریروں کے ذریعے سیاست کو دین اسلام کا ایک جزو قرار دیا۔

حواشی و حوالہ جات

1 ڈاکٹر اسرار احمد ۲۶ اپریل ۱۹۳۲ء میں ضلع حصار (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ۱۹۵۴ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے MBBS کیا۔ ۱۹۷۲ء میں انجمن خدام القرآن اور ۱۹۷۵ء میں تنظیم اسلامی قائم کی۔

۲۰۰۲ء میں خرابی صحت کی وجہ سے تنظیم اسلامی کی امارت سے از خود سبکدوشی اختیار کی اور اپنے بیٹے حافظ عاکف سعید کو امیر تنظیم اسلامی نامزد کیا۔ ۱۴ اپریل ۲۰۱۰ء کو ڈاکٹر اسرار احمد نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

2 اسرار احمد، ڈاکٹر، مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب: ۲۷۷، انجمن خدام القرآن، لاہور، ۲۰۱۰ء

3 افریقی، ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب ۴: ۴۶۰، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ

4 مودودی، ابوالاعلیٰ، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں: ۱۰۲، اسلامک پبلیکشنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۰۸ء

5 اسرار احمد، ڈاکٹر، مطالباتِ دین: ۷۶-۷۷، شعبہ تنظیم اسلامی، پاکستان، ۲۰۰۸ء

6 مطالبات دین: ۳۸

7 سورۃ آل عمران ۳: ۸۳

8 سورۃ یوسف ۱۲: ۷۶

9 سورۃ النحل ۱۶: ۵۲

10 سورۃ الذاریات ۵۱:۵- ۶

11 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۰۸

12 اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن ۱: ۵۷، فاران فاؤنڈیشن، پاکستان، ۱۴۰۳ھ

13 سورۃ البقرۃ ۲: ۲۰۸

14 اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن ۱: ۲۷۹، انجمن خدام القرآن، پشاور، ۲۰۱۱ء

15 تدبر قرآن ۱: ۴۹۷-۴۹۸

16 سورۃ الانعام ۶: ۷۳

17 سورۃ الرعد ۱۳: ۱۶

18 سورۃ یوسف ۱۲: ۴۰

19 جماعت اسلامی کے بانی سید ابوالاعلی مودودیؒ نے طلباء میں اسلامی جذبہ پیدا کرنے کے لئے اسلامی جمعیت طلبہ کی بنیاد رکھی۔ ظفر اللہ خاں پہلے ناظم اعلیٰ تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمد، لیاقت بلوچ، سید منور حسن اور پروفیسر خورشید احمد جیسے لوگوں نے اسلامی جمعیت طلبہ کے پلیٹ فارم سے تربیت حاصل کی۔ اس وقت پنجاب یونیورسٹی لاہور کو اسلامی جمعیت طلبہ کا گڑھ سمجھا جاتا ہے۔

20 اسرار احمد، ڈاکٹر، منہج انقلاب نبوی ﷺ: ۱۵، شعبہ تنظیم اسلامی، پاکستان، ۲۰۰۸ء

21 نفس مصدر

22 منہج انقلاب نبوی ﷺ: ۱۷

23 اسرار احمد، ڈاکٹر، رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب: ۱۰- ۱۱، مکتبہ خدام القرآن، لاہور، ۲۰۰۴ء

24 منہج انقلاب نبوی ﷺ: ۲۰-۲۱

25 نفس مصدر ۲۱

26 منہج انقلاب نبوی ﷺ: ۲۱

27 اسرار احمد، ڈاکٹر، خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام: ۸۸-۸۹، مکتبہ خدام القرآن، لاہور، ۲۰۰۶ء

28 ڈاکٹر اسرار احمد، پاکستان میں نظام خلافت کیا، کیوں اور کیسے؟: ۲۸، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ۲۰۰۵ء

29 خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام: ۹۳-۹۴

30 نفس مصدر

31 خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام: ۹۷-۹۸

32 نفس مصدر ۹۸

33 خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام: ۹۹

34 *The Constitution of The Islamic Republic of Pakistan,Article 62,National Assembly of Pakistan,2012A.D,p.34*

35 سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم ۵: ۷۶۵، فرید بک سٹال، لاہور، ۲۰۱۳ء

36 پاکستان میں نظام خلافت کیا، کیوں اور کیسے؟: ۲۹

37 سورۃ النساء ۴: ۳۴

38 قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن ۵: ۱۶۲، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ

39 سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم ۵: ۶۸۴-۶۸۵

40 امام ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی: ۳۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی (س-ن)

41 اسرار احمد، ڈاکٹر، خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام: ۱۰۵

42 نفس مصدر: ۱۰۶-۱۰۷